مرجھا گیا بہار میں کیوں گلشنِ خیال

ڈاکٹر مختار ظفر

ذوالکفل بخاری، جواں سال فراست، علمیت، شعریت اور خوبصورت سوچ کا نام ہے۔ اس کی دور اندیشی اور دور نگاہی حیرت انگیز تھی۔ جس شعری موضوع اور علمی مسئلے پر بات کرتا، اس کے پیچ وخم کو جس طرح سمجھتا اور ان کو سلجھانے کے لیے جو راہیں بتاتا، وہ عمومی فہم سے بالا ہوتی تھیں۔ مطالعہ وسیع، یادداشت تیز، تجزیہ گہرا اور تبصرہ Dimentional۔ فی الواقع وہ اپنے نانا کی دینی فراست اور علمی نجابت کا وارث تھا۔ اس کی بے وقت حادثاتی موت پر غالبؔ کا یہ مصرعہ بار بار آتا ہے:

کیا تیرا بگڑا جو نہ مرتا کوئی دن اور

اُس سے میرا پہلا تعارف ان کے بڑے ماموں ابوذر بخاری مرحوم کے ہاں ہوا تھا۔ میں حافظ وکیل شاہ کے ہمراہ حضرت سے ملنے اور علامہ طالوت کے سلسلے کچھ معلومات لینے کے لیے حاضر ہوا تھا۔ وہیں یہ نوجوان سا لڑکا ملا۔ ذوالکفل نام بتایا۔ میں اُس کا پیغمبری نام سن کر چونکا۔ جب اُس نے مولانا ابوالکلام آزادؒ کے بارے میں بھی کچھ ذکر کیا تو میں ذہنی طور پر مستقبل میں اُس کے علمی وادبی کردار کو Visualize کرتا رہا۔

میں اپنی کالج سروس کے آغاز میں کچھ عرصہ تک اردو اکادمی کی محفلوں میں شریک ہوتا رہا۔ مگر گھر میں رہنے کی عادت اور محفلوں میں شرکت سے طبعی گریز کی وجہ سے اِس سلسلے کو قائم نہ رکھ سکا۔ یہ ذوالکفل اور وحیدالرحمٰن خاں تھے جنھوں نے مجھے فاران اکادمی کی مجالس میں شرکت کی تحریک دی۔ اور پھر میں نے انہی کے کہنے پر فاران کے پلیٹ فارم پر، اورینٹل کالج لاہور کے پروفیسر معین نظامی کے شعری مجموعے تجسیم کی تقریبِ رونمائی میں پہلی دفعہ شریک ہوکر اس پر تبصرہ پڑھا تھا۔ پھر یہ سلسلہ چل نکلا۔ آخری کتاب جو اُس نے تنقید و تبصرہ کے لیے مجھے دی تھی وہ حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے سوانح وافکار پر مبنی اُن کی والدہ محترمہ کی تصنیف سیّدی وَ اَبی تھی۔ میں نے حسبِ معمول اُس کی خواہش کا احترام کرنے میں دیر نہ کی۔ اس کے بعد صرف ایک دفعہ ملاقات ہوئی۔ مجھے اعتراف ہے کہ میں آج ادبی منظر نامے پر جس طرح متحرک ہوں، اُس میں اِس عزیز القدر کا خاص کردار ہے۔ اُس کو یاد کر کے دل بہت دکھتا ہے۔ خدا اُسے جنت الفردوس میں مقامِ اعلیٰ عنایت کرے۔ سچ ہے:

سرِ آبِ رواں کس کو بقا ہے
اٹھایا جس نے سر، اِک بلبلہ ہے
بساطِ جہاں کی ہے اتنی کہانی
کہ اللہ باقی ہے، باقی ہے فانی